جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ / مارچ 2012ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048–6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی **پرنٹر:** جناب محمد منیر صاحب فائن پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

کلمۃ الحق

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ

اپریل فول اور اس کی ابتداء

مغربی تہذیب میں یکم اپریل کو جھوٹ بول کر دوسروں کو بے وقوف بنانا اچھا سمجھا جاتا ہے اور در حقیقت یہ نصاریٰ کی ایک مذہبی رسم ہے جس میں مسلمان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مبتلا ہیں۔حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے یہ مضمون مسلمانوں کو اس قبیح رسم سے آگاہ کرنے کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ جسے ضرورت کے پیش نظر ''الحقانیہ'' کے ادارتی صفحات میں شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

مسلمانوں کے لئے ایک ضروری انتباہ

''ماہ اپریل کے اوائل میں جھوٹ بولنا اور لکھنا اور شائع کرنا یورپین مذہب میں فقط جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، اور یورپ کے اخبار اس پر عامل ہیں۔ان کے دیکھا دیکھی ہماری مسلم اخبارات نے بھی ان کی نقل اتارنا مدت سے شروع کررکھا ہے اس کے متعلق ذیل کی معلومات مسلمانوں کے انتباہ کے لئے پیش کی جاتی ہیں''۔

جب سے ہندوستان اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں یورپین رسم ورواج اور وضع وتراش کی اشاعت ہوئی اور بہت سے مسلمان اندھادھند یورپ کی رسوم پر شریعت کی طرح عامل ہوگئے اور جو کام کسی یورپین نے کرلیا وہ ہی مایہ اعزاز وافتخار بن گیا۔ تجربہ شاہد ہے کہ اس وقت سے مسلمانوں کا نہ فقط علمی ، اخلاقی ، اقتصادی، نشوونما اور ارتقاء بند ہوا بلکہ ہر قسم کا انحطاط وتنزل شروع ہوگیا۔

اسلامی اصول میں سے ہے کہ مسلمان اپنی طرز ووضع اور تراش وخراش اور

رسوم ورواج میں ہر غیر مسلم قوم سے ممتاز ہوکر رہے۔ غیر مسلموں کی کوئی وضع خاص یا رسم خاص اگرچہ دنیوی اور معاشی امور ہی میں ہو مسلمان کے لئے اس کا قصداً اختیار کرنا جائز نہیں جیساکہ بے شمار نصوص شرعیہ قرآن وحدیث کی اس سلسلہ میں وارد ہیں لیکن اگر یہ رسم ورواج غیر مسلموں کے کسی مذہبی عقیدہ یا عبادت سے تعلق رکھتا ہے تو مسلمان کے لئے اس کا اختیار کرنا اور بھی زیادہ شدید ترین مذہبی جرم ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اس کی بعض خاص صورتوں میں انسان اپنی عزیز ترین دولت یعنی مذہب اسلام ہی سے محروم ہوجاتا ہے جس کی مثالیں:

(۱) زنار گلے میں ڈالنا۔ (۲) بت کو سجدہ کرنا۔ (۳) صلیب کے سامنے نصاریٰ کی طرح عبادت کی شکل بنانا وغیرہ تمام کتب فقہ وعقائد میں مشہور ومعروف ہیں۔

اپریل فول کے متعلق میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا کہ یہ بھی یورپ کی انہیں لغو وبے ہودہ رسوم میں سے ہے جو ان کی عیاشی اور تفریح طبع کے لئے آئے دن ایجاد ہوتی رہتی ہیں لیکن ایک روز اتفاقاً اس کا ذکر اپنے استاذ محترم رئیس المتکلمین مفسر قرآن شارح مسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آگیا تو آپ نے فرمایا کہ فقط یہی نہیں ہے کہ یہ یورپ کی ایک تفریحی نمائش ہے۔ بلکہ یہ درحقیقت نصاریٰ کی ایک مذہبی رسم ہے اور مسلمان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اس میں مبتلا ہوگئے اور مولانا موصوف نے اس کے لئے ''دائرۃ المعارف'' علامہ فرید وجدی کا حوالہ پیش فرمایا۔ اور نصاریٰ میں یہ ایک مذہبی رسم بن گئی اور دور حاضر میں تو جس قدر زیادہ جھوٹ بولا جائے اسی قدر زیادہ کمال سمجھا جاتا ہے۔ (دائرۃ المعارف للعلامۃ الفرید الوجدی ص۲۲ ج۱)

انتباہ

نصاریٰ کی اس خرافات کا تو ہم کیا شکوہ کریں کہ انہوں نے جھوٹ بولنے کو مذہبی

شعار بنالیا۔اورجوکام ان کے پیغمبر مسیح علیہ السلام کے دشمنوں نے کیا تھاوہ آج اس کی نقل اتارکرخود بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کرنے والوں میں داخل ہوتے ہیں۔اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ حضرت مسیح کے فعل کی نقل اوریادگار ہے، یاان کے دشمنوں کے فعل کی۔بلکہ ہمیں تواپنے افعال واعمال اوریورپ کی جاہلانہ تقلید کارونا ہے کیونکہ ؎

درد سر ما ہمیں سر ماست
بارے کہ بدرش ماست دوش ست

آج مسلمان اخبارات وجرائد بھی نصاریٰ کی اس رسم میں پوراحصہ لیتے ہیں۔اور چندناعاقبت اندیش لوگوں کی تھوڑی دیر کے لئے تفریح طبع کے واسطے اس گناہ عظیم کوسر رکھ لیتے ہیں کہ اول توجھوٹ بولنااوردھوکہ دیناخودکبیرہ گناہ ہے۔پھراس خاص جرأت وجسارت سے اس کوشائع کرنادوسرے مسلمانوں کے لئے گناہ کاسامان مہیاکرنا ہے۔اور اس سے زیادہ یہ کہ ان مخصوص ایام میں ایساکرنانصاریٰ کی مذہبی رسم میں شرکت ہے جو شدید ترین گناہ ہے۔

حدیث میں ایسے کلمات کے متعلق آنحضرت ﷺ کاارشاد ہے کہ بعض کلمات آدمی معمولی سمجھ کرمحض مجلس کوہنسانے کے لئے بے پروائی سے کہہ دیتا ہے مگر یہی کلمہ اس کے لئے آخرت کے عذاب شدید کاسبب ہوجاتا ہے۔اس لئے مسلم اخبارات وجرائدسے میری درخواست ہے کہ اس مضمون کواپنے صحائف میں شائع فرماکر ممنون فرمائیں اوراس گناہ عظیم اورنصاریٰ کی تقلید سے مسلمانوں کوبچانے کی کوشش کریں۔
واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

(جواھرالفقہ ج،ص۵۰۱تا۵۰۳)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

مسلمان کسی گناہ اور بدعملی کی وجہ سے فاسق نہیں ہوجاتا

(۲۷)عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلٰث من اصل الایمان الکف عمن قال لاالٰہ الااللہ لاتکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل والجہاد ماض مذبعثنی اللہ الٰی ان یقاتل آخرھٰذہ الامۃالدجال لایبطلہ جورجائرولاعدل عادل والایمان بالاقدار(رواہ ابوداود)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین باتیں اصول اسلام میں داخل ہیں: ایک یہ کہ جو شخص کلمہ لاالٰہ الااللہ کا قائل ہو اس کے بارے میں زبان کو روکا جائے یعنی کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے اور کسی بدعملی کی وجہ سے اس کو خارج از اسلام قرار نہ دیا جائے۔ دوسری چیز (اصول اسلام میں سے)جہاد ہے وہ اس وقت سے جاری ہے جب مجھے اللہ نے رسول بناکر بھیجا اور اس آخری زمانہ تک جاری رہے گا جبکہ اس امت کا آخری طبقہ دجال سے جنگ کرے گا (مسلمان حکمران خواہ ظالم ہو یا منصف، جہاد بہرحال جاری رہے گا) کسی ظالم حکومت کا ظلم اور عادل حکمران کا عدل اس کو ختم نہیں کرے گا اور (اصول اسلام میں سے تیسری چیز) تقدیر پر ایمان لانا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں تین باتوں کو اصول اسلام میں سے بتلایا گیا ہے اول یہ کہ کسی گناہ اور بدعملی کی وجہ سے کسی ایسے شخص کی تکفیر نہ کی جائے اور اس کے خارج

ازاسلام ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے جو کلمہ لاالٰہ الااللہ کا قائل ہو۔

اس کے بارے میں ایک تو یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ کلمہ لاالٰہ الااللہ کے قائل ہونے کا مطلب وہی ہے جو پہلے بھی بارہا بیان کیا جاچکا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی دینی دعوت کو قبول کر کے مسلمان ہوجانا پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ عہد نبوی میں کلمہ لاالٰہ الااللہ کا قائل ہوجانا اسلام قبول کر لینے کا عنوان تھا خود ہماری زبان اردو میں بھی اسی محاورہ کے مطابق کلمہ پڑھ لینے کا مطلب اسلام قبول کر لینا سمجھا جاتا ہے۔

دوسری بات یہاں یہ قابل لحاظ ہے کہ اس حدیث میں کسی گناہ اور بد عملی کی وجہ سے کلمہ گو کی تکفیر سے منع فرمایا گیا ہے گویا رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ امت کو اس غلطی اور گمراہی سے بچانے کی کوشش فرمائی ہے جس میں معتزلہ اور خوارج مبتلا ہوئے وہ صرف معاصی اور بداعمالیوں کی بنا پر بھی آدمی کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور اہل سنت کا مسلک اس حدیث نبوی کے مطابق یہی ہے کہ کوئی مسلمان صرف اپنی بد عملی اور اپنے معاصی کی وجہ سے اسلام سے نہیں نکلتا اور کافر نہیں ہوجاتا۔

الغرض حدیث کے اس جزو کا مقصد و مدعا یہی ہے کہ جب ایک شخص کلمہ پڑھ کر ایمان لے آیا اور اسلام کو اس نے اپنا دین بنالیا تو اس کے بعد اگر اس سے گناہ سرزد ہوں اور وہ بداعمالیوں میں مبتلا دیکھا جائے تو صرف عمل کی اس خرابی کی وجہ سے اس کو کافر اور خارج از اسلام نہ قرار دیا جائے۔ پس ایسے لوگوں سے اس حدیث کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے جو کسی ایسی چیز کا انکار کر کے خود ایمان و اسلام کے دائرے سے نکل جائیں جس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔

فرض کیجئے کہ کوئی شخص جو کلمہ پڑھ چکا ہے اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے سے منکر ہے یا قیامت اور آخرت کا انکار کرتا ہے، یا خدائی کا یا

نبوت کا دعویدار ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہیں رہے گا اور اس کو لازماً کافر اور خارج ازاسلام قرار دیا جائے گا لیکن یہ تکفیر کسی بد عملی اور فسق وفجور کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ اصول دین کے انکار کی وجہ سے ہوگی۔

بہرحال ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے وہ ملحوظ رہنا چاہئے بعض لوگ اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے اس حدیث کو بہت غلط استعمال کرتے ہیں۔

اس حدیث میں جہاد کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

''میری بعثت سے لے کر وہ اس وقت تک جاری رہے گا جبکہ میری امت کا آخری طبقہ دجال کے خلاف جہاد کرے گا، کسی ظالم کا ظلم اور منصف کا عدل وانصاف اس کو ختم نہیں کرے گا''۔

اس آخری فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت مسلمانوں کی حکومت کا نظام غلط ہاتھوں میں ہو اور حکمران غلط قسم کے اور ظالم ہوں تب بھی جہاد ساقط نہ ہوگا اور کسی کے لئے یہ عذر کرنا صحیح نہ ہوگا کہ ہم ان غلط کار حاکموں کی ماتحتی میں جہاد نہیں کریں گے بلکہ حکومت پر تسلط خواہ اچھوں کا ہو یا بروں کا بہرحال ان کی ماتحتی میں جہاد کرنا ہوگا۔

(معارف الحدیث ص۱۲۶تا ۱۲۸ ج۱)

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

O فرمایا مسلمان اپنی قوت سے کام نہیں لیتے، استقلال سے اور جم کر کوئی کام نہیں کرتے، بہت جلد پژمردہ اور بددل ہوجاتے ہیں اسی لیے ان کی تحریکات غیر مکمل اور ان کے اعمال ادھورے رہ جاتے ہیں یہ بات دین کی کمی، ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جتنی دین میں کمی ہوگی اسی قدر بزدلی پیدا ہوجائے گی دل میں مطلوب طاقت صرف روحانیت و ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی طاقت ہی کا نام دلیری و شجاعت ہے۔

O فرمایا مجھ کو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے۔ معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔ اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کے لیے کچھ قرض لے لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ لے بھی لیتے ہیں۔ میں ان کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوتا ہوں میں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ جس کا جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلا دے میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔

O فرمایا حدیث شریف میں ہے حضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اونٹ خریدا آپ نے قیمت ادا فرمائی انہوں نے قبول کرلی۔ حقیقۃً حضور کا یہ معاملہ امت کے لئے تعلیم ہے کہ معاملہ اس طرح کرنا چاہیے تاکہ راحت نصیب ہو حضرت جابر ہرگز دام لینے کے مشتاق و خواہش مند نہ تھے مگر حضور کی رائے مبارک کو اپنی خواہش پر ترجیح دی۔ حضرات صحابہ کی عموماً یہی عادت تھی کہ حضور کی مرضی کو اپنی تمام خواہشوں پر ترجیح دیتے تھے جس حالت میں حضور خوش ہوتے یہ حضرات اسی حال میں راضی رہتے تھے۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ

عصمت انبیاء علیہم السلام علماء حق کی نظر میں

(آخری قسط)

مؤلف سے ایک سوال

اگرآپ عقیدہ، مسلک اور مذہب میں اپنے شیوخ اوراکابردیوبندرحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ متفق ہیں۔اس لئے اپنے کودیوبندی بھی کہتے ہیں (علمی جائزہ ص۱۹ملخصاً) توپھر آپ اس مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام میں اپنے شیوخ اوراکابردیوبندرحمہم اللہ کے مسلک سے کیوں متفق نہیں ہوتے اوراکابردیوبندرحمہم اللہ کی طرح انبیاء علیہم السلام کا ہرقسم کے گناہوں سے ہرحالت میں معصوم ہوناکیوں تسلیم نہیں کرتے؟۔اکابراہل سنت کی ان مذکورہ تصریحات سے کیایہ ثابت نہیں ہوتاکہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی نبوت کے لوازم ذاتیہ سے ہے؟۔

مولانامودودی نے جویہ لکھاہے کہ ''عصمت دراصل انبیاء علیہم السلام کے لوازم ذات سے نہیں ہے''اس سے ان کی کیامرادہے۔کیاعصمت عن الکفراور عصمت عن الکبائربھی انبیاء علیہم السلام کے لوازم ذات سے نہیں ہے؟عصمت عن الکفرکا لوازم ذات سے نہ ہوناتوپوری امت کے اجماع اوراتفاق کے خلاف ہے، اور عصمت عن الکبائرکالوازم ذات سے نہ ہونابھی جمہوراہل سنت کے مخالف ہے۔

تنبیہ

مؤلف نے ''عصمت عن الکفروالکذب'' کے تحت جویہ لکھاہے کہ بعد از بعثت انبیاء علیہم السلام کفراورجھوٹ سے بالاتفاق معصوم ہیں خواہ قصداًہویاسہواً (علمی

جائزہ ص ۴۶) بعد از بعثت کی قید سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل از بعثت انبیاء علیہم السلام کی عصمت عن الکفر (کفر سے عصمت) کے بھی مؤلف قائل نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ایک سخت غلطی اور خطرناک حد تک گمراہی ہے۔

''تفہیمات'' کی عبارت کا تیسرا جزو مؤلف نے یہ قرار دیا ہے:

(ج) ''یہ عصمت عطائی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمائی ہے۔ اگر ان سے تھوڑی دیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اٹھ جائے تو عام انسانوں کی طرح ان سے بھی بھول چوک اور لغزش ہو سکتی ہے'' (علمی جائزہ ص ۶۸)

مؤلف نے اس کے تبصرہ میں لکھا ہے کہ ''جب نبوت عطائی نعمت قرار پائی تو کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ عصمت بھی اپنے ملزوم کی طرح اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی صفت ہے جو انبیاء کو من جانب اللہ نصیب ہوتی ہے'' (علمی جائزہ ص ۶۹)

یہ تو درست ہے کہ نبوت کی طرح عصمت بھی عطائی نعمت ہے اور وہی صفت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو من جانب اللہ نصیب ہوتی ہے ''اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ان سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اٹھ جائے تو ان سے لغزشوں کا سرزد ہونا کوئی بعید از امکان امر نہیں ہے'' (علمی جائزہ ص ۷۰)

مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھالی ہے۔ جیسا کہ تفہیمات کی اس عبارت میں کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ ملزوم سے اس کا لازم منفک اور جدا نہیں ہو سکتا اور عصمت نبی کے لئے لازم ہے جس کا اقرار مؤلف نے اسی مذکورہ عبارت کے فقرہ ''عصمت بھی اپنے ملزوم کی طرح'' میں ہی کیا ہے۔ تو پھر یہ عصمت نبی سے کسی وقت بھی کیسے جدا ہو سکتی ہے؟ اسی حقیقت کی طرف درج ذیل آیات سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے:

(۱)ولولا ان ثبتناک لقدکدت ترکن الیھم شیئاقلیلا۔اوراگر ہم نے آپ کوثابت قدم نہ بنایاہوتا(اور معصوم نہ کیاہوتاجوکہ لازم نبوت ہے)توان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جاپہنچتے۔(پ۵)

(۲)ولولافضل اللہ علیک ورحمتہ لھمت طائفة منھم ان یضلوک۔اگرآپ پرخداکافضل اوررحمت نہ ہو(جوکہ ہمیشہ آپ پررہتاہے)توان میں سے ایک گروہ نے تویہ ارادہ کرہی لیاتھاکہ آپ کوغلطی میں ڈال دیں۔(پ۱۵)

ان آیات سے ثابت ہورہاہے کہ آنحضور ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کافضل اور اس کی رحمت ہمہ وقت شامل حال ہے،جس کے لئے عصمت وحفاظت کادوام ضروری اورلازم ہے۔بلکہ پہلی آیت میں توآں سرورعالم ﷺ کی تنزیہہ اور عصمت کے ثابت کرنے میں کمال مبالغہ فرمایاگیاہے۔اورآپ کی معصومیت کونہایت ہی زوردارطریقہ سے ثابت کیاگیاہے کہ رکون (جھکنے)کے پہلے درجہ جوکہ ایک خفیف اورہلکاامراوروسوسہ کا مرتبہ ہے،اورقطعاًمذموم نہیں ہے۔اس کے قرب کی بھی آپ سے نفی فرمادی گئی ہے۔ یعنی عصمت کے اس قدراعلیٰ وارفع مقام پرفائزہیں کہ آپ کونہ یہ کہ صرف رکون قلیل (کچھ جھکنے)سے ہی بچالیاگیابلکہ اس کے قرب سے بھی بچالیاگیاہے۔

منکرین عصمت انبیاء کے اس آیت سے استدلال کرنے کاذکرامام رازی نے بھی کیاہے اوراس کاجواب اس طرح دیاہے کہ:ان کلمة لولاتفیدانتفاءالشئ لثبوت غیرہ نقول لولاعلی لھلک عمرفکذٰلک ھھناقولہ ولولاان ثبتناک لقدکدت ترکن الیھم معناہ انہ حصل تثبت اللہ تعالیٰ محمدصلی اللہ علیلہ وسلم فکان حصول ذلک التثبت مانعاًمن حصول ذٰلک الرکون (کبیرج۵ص۲۲۶)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آیت میں حرف ''لولا'' ہے جوجملہ ثانیہ کے امتناع بوجہ وجودجملہ اولیٰ کے لئے آتا ہے جیسے لولا علی لھلک عمر (یہ مثال تومؤلف نے ہدایۃ النحومیں بھی پڑھی ہوگی) توآیت کا معنی یہ ہواکہ آنحضرت ﷺ کوچونکہ ثبات قدمی حاصل ہے اس لئے آپ ﷺ کاکفارکی طرف جھکناتوکیاجھکنے کے قریب ہونابھی محال ہے۔

واقعی فضل خداوندی اوررحمت الٰہی کے ہمہ وقت شامل حال رہتے ہوئے ر کون قلیل کاقرب بھی کیسے ہوسکتاہے اوریقیناًانبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ اور دائمی طورپرفضل خداوندی اوررحمت الٰہی شامل حال ہیں۔چنانچہ اسی آیت کے سباق میں ''ان فضله كان عليك كبيرا'' (بے شک آپ پراس کابڑافضل ہے) میں بھی آپ کے ساتھ ہمہ وقت فضل الٰہی کے ہونے پردلالت ہے۔اس لئے کہ اس میں جملہ اسمیہ کے ساتھ (جوکہ استمرارپردلالت کرتاہے) آپ پرفضل الٰہی کے دائم اورمستمرہونے کوثابت کیاگیاہے۔

مؤلف نے متذکرہ بالادونوں آیات کوجویہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیاہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کی عطاکی ہوئی صفت ہے اس میں کسی کوکلام نہیں ہے کہ نبوت و رسالت اسی طرح عصمت وغیرہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی عطاسے ہی انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئی ہیں۔اورانہی نے ان کواپنے فضل وکرم سے نوازاہے۔سوال تویہ ہے کہ صفت عصمت دائمی ہے یااس کوکسی وقت اٹھابھی لیاجاتاہے توان آیات اوراسی قسم کی دوسری آیات سے توانبیاء علیہم السلام پرہمہ وقت فضل ربانی اوررحمت یزدانی کے شامل رہنے کی وجہ سے ثابت ہوتاہے کہ ان کے لئے یہ صفت عصمت دائمی طورپر ثابت اورہمہ وقت لازم ہے۔کیامؤلف کے نزدیک بھی منکرین عصمت کی طرح جن کا

ذکر امام رازی رحمہ اللہ نے کیا ہے ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی وقت حفاظت اٹھالی جاتی ہے اور یہ حفاظت و عصمت ان کے لئے دائمی اور لازمی نہیں ہے اور علامہ سید آلوسی نے جو یہ فرمایا ہے:" والجواب صحيح عندى ماقيل ان عصمة الانبياءليس لامرطبعى فيهم بل بمحض توفيق الله اياهم وتفضله عليهم" الخ۔

اسی طرح بیضاوی میں ہے :"فيه دليل علٰى ان عصمة الانبياء بتوفيق الله وحفظه تعالٰى اياهم "(۳۱۹)

اور تفسیر ابوالسعود میں ہے :"وفيه دليل علٰى ان عصمة الانبياء عليهم السلام بتوفيق الله تعالٰى" (کبیر ج۵ ص۳۵۰)

انبیاء علیہم السلام کی عصمت ان کی طبعی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق محض اور ان کے فضل واحسان اور اسی کی حفاظت سے ان کو یہ عصمت حاصل ہے ۔یہ بعینہ وہی مضمون ہے جو اوپر آیات سے ثابت کیا جاچکا ہے اور ان عبارات کا صاف اور واضح مطلب یہی ہے کہ عصمت ایسی صفت نہیں ہے جو کہ امور طبعیہ کی طرح انبیاء کے لئے ثابت ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان کی حفاظت ونگرانی کرتے ہیں اور ان کو توفیق عطا فرماتے ہیں جس سے وہ معصوم رہتے ہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگرانی اور اس کی توفیق کے سبب سے ہی ہوتا ہے۔ لیکن عصمت کے عطاالٰہی ہونے سے مؤلف نے یہ کیسے فرض کرلیا کہ کسی حالت میں اس کا منفک اور جدا ہونا بھی ممکن ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا انبیاء علیہم السلام کے لئے ہمہ وقت شامل حال رہنا آیات سے ثابت ہے اور خود مؤلف نے بھی ''ب'' میں یہ تسلیم کیا ہے کہ '' عصمت انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے لوازمات میں سے ہے'' تو لازم کا اپنے

ملزوم سے منفک اور جدا ہونا ممکن ہوتا ہے یا ممتنع ہوتا ہے اور پھر بعد از بعثت تو مؤلف کے نزدیک بھی عصمت لازم ہے۔ اور زیر بحث حضرت داود علیہ السلام کا یہ قصہ بھی بعثت کے بعد کا ہی ہے۔ اب اس قصہ میں عصمت کا منفک ہونا کیسے ممکن ہے اور اس جگہ اس بحث کا کیا موقع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت ذاتی پیدائشی ہے یا عطائی اس لئے مؤلف کی یہ تمام بحث بالکل فضول اور لغو اور مقام سے غیر متعلق ہے۔

مؤلف نے شق ''الف'' میں تو یہ لکھا تھا کہ تفہیمات کی عبارت میں عصمت عن المعاصی کا سرے سے ذکر ہی نہیں اب آیات قرآنیہ اور روح المعانی سے مؤلف کون سی عصمت کے عطائی ہونے کو ثابت کر رہے ہیں۔ اگر یہ عصمت عن الزلات ہے تو اس کو کب کسی نے لازم ذات کیا تھا۔ اگر یہ تمام بحث عصمت عن المعاصی کی ہی ہے تو پھر تفہیمات میں عصمت عن المعاصی کے ذکر کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔ اگر روح المعانی وغیرہ میں تو عصمت عن المعاصی کا ذکر ہو اور تفہیمات میں عصمت عن الزلات کا، تو دعوی اور دلیل میں مطابقت کی کیا صورت ہوگی؟

مؤلف سے ایک سوال

مؤلف کو جب یہ تسلیم ہے کہ عصمت کی طرح نبوت بھی عطائی ہے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ''جب نبوت عطائی نعمت قرار پائی تو کیوں یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ عصمت بھی اپنے ملزوم کی طرح اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی صفت ہے'' (علمی جائزہ ص۸٦)

تو کیا وہ عصمت کی طرح نبوت کے بھی کسی وقت (نعوذباللہ) اٹھا لینے کے قائل ہوں گے۔ اور جس طرح عصمت کے عطائی ہونے سے انہوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی حفاظت کو اٹھا لے تو ہو سکتا ہے کہ ان سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے'' (علمی جائزہ ص۷٢) تو کیا نبوت کے عطائی ہونے سے یہ بھی

فرض کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی نبوت کو اٹھائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ نبی نہ رہیں (نعوذباللہ ثم نعوذباللہ)

عصمت کے عطائی ہونے سے مؤلف صاحب اس کے کسی نہ کسی وقت اٹھ جانے کے قائل ہو گئے۔ تو کیا وہ نبوت کے عطائی ہونے سے اس کے بھی کسی وقت اٹھ جانے کو تسلیم کر لیں گے؟

اب تفہیمات کی عبارت میں تجزیہ کے چوتھے اور آخری جز (د) ''ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہونے دی ہیں'' (علمی جائزہ ص ۲۷) کو اگر گزشتہ معروضات کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس کا غلط ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اس میں صرف اس چیز کا دعویٰ نہیں کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام سے ایک یا دو لغزشیں سرزد ہوئی ہیں جیسا کہ مؤلف نے اس شق پر تبصرہ کرتے ہوئے مغالطہ دیا ہے بلکہ اس میں جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت عصمت اٹھالی جاتی ہے اور یہ عقیدہ یقیناً اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

اب مؤلف کی سمجھ میں یہ بات بھی آگئی ہوگی کہ مولانا مودودی کو کیوں اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے نکالا جارہا ہے۔ وہ یہ بات نہیں ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف لغزشوں کے صدور کی نسبت کی ہے بلکہ وہ بات یہ ہے کہ مولانا مودودی عصمت انبیاء کے اٹھالئے جانے کے غلط عقیدہ کے قائل ہیں اور مؤلف نے بھی اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ انبیاء سے کسی نہ کسی وقت عصمت اٹھالی جاتی ہے۔ بات تو یہ تھی۔ مگر مؤلف نے اس شق کے تبصرہ میں غلط طور پر یہ سمجھ لیا کہ اس میں انبیاء سے صرف

لغزشوں کے سرزد ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور پھر ان الفاظ کو اہل سنت کے مسلک کی عین ترجمانی قرار دے دیا۔ اس لئے کہ تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے فعال میں لغزشیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے مؤلف نے دریافت کیا ہے کہ ''ان تمام علماء اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا جو ایک دو لغزشوں کے نہیں بلکہ بلا کسی تعداد کے ذکر کرنے کے مطلقاً لغزشوں کے صدور کے قائل رہے ہیں۔ (علمی جائزہ ص ۳)

لیکن مؤلف کو ان علماء اسلام کے متعلق کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جو لغزشوں کے صدور کے قائل ہیں کیونکہ یہ تمام علماء اسلام عصمت کو اٹھا کر لغزشوں کے سرزد ہونے کے قائل نہیں رہے ہیں بلکہ وہ تو لغزشوں کو عصمت کے خلاف ہی نہیں سمجھتے کیونکہ لغزشیں کسی قسم کے گناہ صغیرہ یا کبیرہ میں داخل نہیں ہیں۔ مؤلف کو مولانا مودودی کا فکر کرنا چاہئے کہ وہ اس عصمت کو اٹھا کر لغزشوں کے صدور کے قائل ہیں۔ جو نبوت کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے لئے نبی کے واسطے لازم ہے۔ بہرحال انبیاء علیہم السلام کی طرف علماء اسلام کا لغزشوں کے صدور کو منسوب کرنا عصمت انبیاء کے خلاف نہیں ہے البتہ مولانا مودودی کا انبیاء علیہم السلام سے کسی نہ کسی وقت عصمت کے اٹھا لئے جانے کا عقیدہ عصمت انبیاء کے ضرور خلاف ہے۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

کیا زلات (لغزشیں) داخل صغائر ہیں۔ مؤلف نے لکھا ہے کہ '' بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ زلات داخل صغائر ہیں'' (علمی جائزہ ص ۵)

یہ بالکل غلط ہے۔ زلات کو ہرگز کسی نے صغائر میں شمار نہیں کیا۔ باقی رہا مؤلف کا اس بات کو صدر الشریعہ کی طرف منسوب کرنا سو یہ ان کی مغالطہ دہی یا غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ناظرین کے سامنے ہم صدر الشریعہ کی عبارت کسی قدر وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں

اور یہ فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ مؤلف اس نسبت میں کہاں تک مصیب ہیں۔

توضیح التوضیح (توضیح کی عبارت کی وضاحت)

صدرالشریعہ نے ''توضیح'' میں افعال نبی ﷺ کی بحث میں لکھا ہے:

''حضور ﷺ کے افعال میں بعض افعال وہ ہیں جوقابل اقتداء ہیں وہ مباح، مستحب، واجب اور فرض ہیں۔اورجوقابل اقتداء نہیں ہیں وہ یاتوحضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہوں گے اوریازلات ہوں گے اوروہ (زلات) صغائرمیں سے ایسا فعل ہے جو قصد اورارادہ کے بغیر فاعل سے سرزدہوجاتا ہے اورضروری ہے کہ اس پر تنبیہ کی جائے تاکہ اس کا اقتداء نہ کیاجائے''۔

توضیح کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالناکہ زلات داخل صغائرہیں ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ صدرالشریعہ نے اس عبارت میں زلت کے صادراورواقع ہوجانے کے بعداس کوصغیرہ میں داخل نہیں فرمایا۔جس سے مذکورہ نتیجہ اخذکرناصحیح ہوتابلکہ انہوں نے زلت کے محل صدوراوراس کی جائے وقوع کوبتلایاہے کہ زلت جن افعال میں واقع ہوتی ہے وہ افعال صغائرمیں سے ہوتے ہیں۔ چنانچہ زلت کی تعریف میں ان کا یہ قول کہ ''وہ صغائرمیں سے کسی فعل کابغیرقصداورارادہ کے سرزدہوجانا ہے''اس کی واضح دلیل ہے۔

زلات کے داخل صغائرہونے (جس کومؤلف نے صدرالشریعہ کی طرف منسوب کیاہے)اورصدورصغائربغیرقصدکے زلت ہونے میں فرق بالکل واضح ہے زلت کے داخل صغائرہونے کامطلب تویہ ہے کہ خودزلت کوہی صغائرمیں شمارکرلیاگیااورزلت پرہی صغیرہ ہونے کاحکم لگادیاگیاہے۔ اورصدورصغائربغیرقصدکے زلت ہونے کامطلب یہ ہے کہ کوئی ایسافعل جوصغیرہ تھااس کابغیرقصدکے صادرہونازلت ہے۔صدرالشریعہ نے یہی فرمایاہے کہ بغیرقصدکے صغیرہ فعل کے سرزدہوجانے کوزلت کہتے ہیں۔انہوں نے یہ

نہیں فرمایا کہ خود زلت ہی صغیرہ میں داخل ہے۔اسی وجہ سے انہوں نے صرف" زلة وهی من الصغائر" نہیں فرمایا بلکہ" زلة وهی فعل من الصغائر یفعله من غیر قصد" فرمایا ہے اور علامہ تفتازانی نے صدرالشریعہ کی اس عبارت کے تحت تلویح میں لکھا ہے:"فعلٰی هٰذا یصح حصرغیرالمقتدی به فی المخصوص والزلة اذلا یجوزمنه الکبائرولا الصغائر"یعنی نبی کریم ﷺ کے جن افعال کا اقتداء نہیں کیا جاتا صدرالشریعہ کا ان کو ایسے افعال میں حصر کرنا صحیح ہے جو مخصوص ہوں یا جو زلت ہوں۔کیونکہ آنحضور ﷺ سے نہ کبائر کا صدور جائز ہے اور نہ صغائر کا۔

اب اگر زلات داخل صغائر ہیں تو"لا یجوزمنه الکبائرولا الصغائر" کا کیا مطلب ہے۔درآنحالیکہ زلات کا صدور تو انبیاء علیہم السلام سے سب کے نزدیک جائز ہے تو پھر علامہ تفتازانی نے کبائر کے ساتھ صغائر کے عدم جواز کو بھی کیوں بیان کر دیا؟ کیا ماتن اور شارح کی عبارت میں مخالفت ہے؟کہ صدرالشریعہ نے تو زلات کو داخل صغائر مان کر ان کو افعال نبی ﷺ میں شمار کرلیا ہو اور شارح نے کبائر کی طرح صغائر کو بھی افعال نبی ﷺ سے خارج کر دیا۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک جمہور کی طرح کبائر اور صغائر دونوں کا صدور انبیاء علیہم السلام سے نہیں ہوسکتا اور عدم جواز صغائر میں بھی علامہ تفتازانی جمہور اہل سنت کے موافق ہیں پس شرح عقائد میں جو جمہور کی طرف صدور صغائر کی نسبت کر دی گئی ہے وہ ان کا مذہب نہیں ہے اور جمہور کی طرف یہ نسبت صحیح بھی نہیں ہے جیسا کہ مفصلاً گزرا۔

اب غور سے دیکھا جائے گا تو واضح ہوجائے گا کہ صدرالشریعہ نے اس عبارت میں جو کچھ فرمایا ہے وہ صرف یہ ہے کہ زلات کا محل صدور صغائر ہیں مگر چونکہ زلت کی حقیقت

میں قصد کے بغیر افعال کا سرزد ہونا ہے اور ''صدور بغیر قصد'' اس کی تعریف میں داخل ہے اور معصیت (خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ) اس کی حقیقت میں قصد و اختیار داخل ہے۔ اس لئے زلات کسی قسم کی بھی معصیت میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔ لہٰذا مؤلف کا اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ''انبیاء علیہم السلام سے صدر الشریعہ نے زلات کو معصیت مان کر انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے'' (علمی جائزہ ص ۵۸) بالکل غلط ہے۔ صدر الشریعہ نے انبیاء علیہم السلام سے نہ تو صغائر کا سرزد ہونا تسلیم کیا ہے اور نہ ہی زلات کو معصیت مان کر ان کو انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے۔

مؤلف کی تلبیس

مؤلف نے اس جگہ عجیب طریقہ پر تلبیس سے کام لیا ہے اور صدر الشریعہ کی عبارت سے پہلے تو خود ہی یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام سے صدر الشریعہ کے نزدیک صغائر سرزد ہو سکتے ہیں'' پھر اس کو احناف کے اس مذہب کے خلاف قرار دیا کہ ''ان کے نزدیک صغائر سے بھی انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں'' (علمی جائزہ ص ۵۸) اس کے بعد دریافت کیا ہے ''کیا صدر الشریعہ کو بھی ہم گروہ اہل سنت سے صرف اس بنا پر خارج سمجھیں گے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ صغائر سے معصوم نہیں ہیں؟'' (علمی جائزہ ص ۵۸)

لیکن اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مؤلف کی مغالطہ دہی یا غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ صدر الشریعہ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام صغائر سے معصوم نہیں ہیں۔ صدر الشریعہ نے اس عبارت میں صغائر کا صرف بطور زلت اور لغزش کے صادر ہونا تسلیم کیا ہے جو کہ بالاتفاق جائز ہے اور عصمت عن الصغائر کے تحت مؤلف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔

مؤلف نے لکھا ہے ''رہا صغائر کا صدور سہواً و خطاً تو یہ بالاتفاق جائز ہے اور کسی کا

اس میں اختلاف منقول نہیں ہے'' (علمی جائزہ ص۵۱)

جب مؤلف کے نزدیک صغائر کا صدور سہواً وخطاً بالاتفاق جائز ہے اور صدرالشریعہ نے بھی صغائر کا صدور بطور زلت کے ہی تسلیم کیا ہے تو پھر نہ معلوم مؤلف کو صدرالشریعہ کی یہ عبارت'' (جس کو مؤلف عبارتیں لکھ کر ناظرین کو شاید یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ صدر الشریعہ کی ایسی کئی عبارتیں ہیں۔ حالانکہ یہ صرف ایک عبارت ہے) مذہب احناف کے خلاف اور ''مودودی صاحب کی تفہیمات والی عبارتوں سے زیادہ قابل گرفت'' کیوں معلوم ہوتی ہے'' اور ''صدرالشریعہ کو گروہ اہل سنت سے نکال کر پھینک دیں'' نے (ذرا تہذیب مؤلف کو بھی ملاحظہ فرمایا جائے) کے لئے یہ عبارت ان کے نزدیک کیونکر کافی ہے؟''

جیساکہ مؤلف نے اس کا دعویٰ علمی جائزہ ص۵۹ پر کیا ہے۔ مذہب احناف کے خلاف صدرالشریعہ کی عبارت میں کوئی چیز بھی نہیں ہے بلاوجہ اس کو مذہب احناف کے خلاف سمجھ لیا گیا ہے کیونکہ زلت کے طور پر جن صغائر کے صدور کا ذکر صدرالشریعہ کی اس عبارت میں ہے ان کا صدور بغیر قصد کے سہواً وخطاً ہی ہوا ہے۔ چنانچہ صدرالشریعہ کی عبارت میں ''من غیر قصد'' کی قید موجود ہے۔ جس سے قصد کی صراحۃً نفی ہو رہی ہے۔ پھر اس عبارت میں توجیہ کی کیا ضرورت ہے۔ صدرالشریعہ کی اس عبارت پر علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ: قوله من غير قصد قال شمس الائمة السرخسي اما الزلة فلا يوجد فيها القصد الى عينها ولكن يوجد القصد الى اصل الفعل لانها اخذت من قولهم زال الرجل فى الطين اذا لم يوجد القصد الى الوقوع ولا الى الثبات فى الطريق وانما يؤاخذ عليها لانها لا تخلو عن نوع تقصير يمكن للمكلف الاحتراز عنه عند التثبت واما المعصية

حقیقة فھی فعل حرام یقصد الیٰ نفسه مع العلم بحرمته (ص۴۹۱)

''شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے زلت میں اصلی فعل کا قصد تو پایا جاتا ہے مگر اس کی ذات کا قصد نہیں پایا جاتا۔کیونکہ زلت ماخوذ ہے زال الرجل فی الطین سے جس کے معنی ہیں آدمی گارے میں پھسل گیا (یہ اس وقت کہا جاتا ہے) جبکہ قصد تو راستہ پر چلنے کا ہو بغیر قصد کے گارے میں گر گیا اور گرتے ہی سنبھل گیا ہو اور زلت پر مؤاخذہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ ہلکی سی ایسی تقصیر سے خالی نہیں ہوتی کہ اگر مکلف زیادہ مضبوطی سے کام لیتا تو اس سے بچنا ممکن تھا، اور جو حقیقتاً معصیت ہے تو اس میں حرام فعل کی ذات کا قصد ہوتا ہے اس کی حرمت کا علم ہوتے ہوئے''۔

شمس الائمہ کے اس قول سے ایک تو زلت کی تشریح ہوگئی کہ وہ اس طرح ہے جیسے چلتے ہوئے آدمی کا پاؤں پھسل جائے اور گارے میں گر جائے۔اس مثال میں مشی تو قصد کے ساتھ تھی مگر وقوع فی الطین بغیر قصد کے ہوگیا۔اسی طرح زلت میں اصل فعل تو قصد سے ہی کیا جاتا ہے مگر اس کی ذات سے مقصود نہیں ہوتی ۔اس سے ایک تو صدر الشریعہ کے قول من غیر قصد کی بھی تائید اور تشریح ہوگئی۔دوسرے اس قول سے معصیت کے معنی معلوم ہوکر زلات کا معصیت کے دائرے سے خارج ہونا بھی واضح ہوگیا۔اس لئے کہ زلات کا صدور بھی بغیر قصد کے ہی ہوتا ہے۔اس لئے صدر الشریعہ نے من غیر قصد کی قید لگائی ہے۔اور علامہ علی قاری نے بھی شرح فقہ اکبر میں زلت کے بارہ میں یہی لکھا ہے: والحاصل ان احداًمن اھل السنة لم یجوزارتکاب المنھی منھم عن قصدولٰکن بطریق السھووالنسیان ویسمیٰ ذٰلک زلة (شرح فقہ اکبر ص۷۱)

حاصل یہ ہے کہ اہل سنت میں کسی نے بھی منہی کے ارتکاب کو انبیاء علیہم

السلام سے بالارادہ جائز نہیں رکھا لیکن سہو نسیان کے طریقہ پر اور اسی کا نام زلت ہے۔

علامہ ابوالمنتہیٰ فرماتے ہیں: لان الزلة قدتكون بالخطأ وقدتكون بالنسيان وقدتكون بالسهووقدتكون بترك الاولٰي والافضل (شرح فقہ اکبر ص ۱۷۱) اس لئے کہ زلات کبھی خطاً سے ہوتی ہے اور کبھی نسیان وسہو سے ہوتی ہے اور کبھی اولیٰ وافضل کے ترک سے ہوتی ہے۔ ان عبارتوں سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ کسی فعل کے قصد کے بغیر سہو ونسیان اور خطاً کے طور پر سرزد ہونے کو زلت کہتے ہیں۔ بہرحال صدرالشریعہ کی رائے زلات کے بارہ میں یہ ہے کہ ان کا محل صدور صغائر ہیں مگر ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زلات صغائر میں داخل ہیں جیسا کہ مؤلف نے سمجھا ہے۔ اس کے برخلاف بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ زلات ترک الافضل کا نام ہے۔ یعنی زلات میں صرف افضل کو چھوڑ کر فاضل کو اختیار کر لینا ہوتا ہے۔

علامہ تفتازانی نے صدرالشریعہ کے قول مذکور پر اسی طرح لکھا ہے: قوله وهى فعل من الصغائررد لماذكربعض المشايخ من ان زلة الانبياءهى زلل من الافضل الى الفاضل ومن الاصواب الى الصواب لاعن الحق الى الباطل وعن الطاعة الى المعصية لٰكن يعاتبون لجلالة قدرهم ولان ترك الافضل عنهم بمنزلة ترك الواجب عن الغير (ص ۴۹۱)

حوالہ میں غلطی

یہ عبارت صدرالشریعہ کے قول مذکور پر علامہ تفتازانی نے لکھی ہے۔ مگر نامعلوم مؤلف نے اس کو کس مصلحت کی بنا پر صدرالشریعہ کی طرف منسوب کردیا۔ لکھتے ہیں: صدرالشریعہ نے ان علماء کا مذہب اس طرح نقل کیا ہے: وذكربعض العلماء الخ (علمی جائزہ ص ۵۹) حالانکہ صدرالشریعہ نے صرف اپنی مذکورہ رائے نقل کی ہے۔ دوسرے علماء کا

مذہب انہوں نے نقل ہی نہیں کیا۔البتہ علامہ تفتازانی نے دوسرے مذہب مشائخ کو اپنی اوپر کی اس عبارت میں نقل کیا ہے۔دوسرے اصل عبارت میں توذکر بعض المشایخ الخ کے الفاظ ہیں مگر مؤلف نے وذکر بعض العلماء کے الفاظ تحریر کردیئے۔شاید یہ طباعت کی غلطی ہو۔

مؤلف نے علمی جائزہ کے ص۶۰ پر تلویح کے حوالہ سے شمس الائمہ سرخسی کا قول اس طرح نقل کیا ہے :قال السرخسی اماالزلة فلایوجدفیهاالقصدالی اصل الفعل وامالمعصية فهی فعل حرام یقصدالٰی عینه مع العلم بحرمته۔لیکن صحیح عبارت اس طرح ہے: قال شمس الائمه السرخسی اما الزلة فلایوجدفیهاالقصدالٰی عینهاولٰکن یوجدالقصدالٰی اصل الفعل الخ۔یہ پوری عبارت اوپر نقل کی جاچکی ہے اس کو سامنے رکھ کر دیکھنے سے معلوم ہوگاکہ مؤلف نے اس عبارت کو کس قدر غلط طور پراور ناتمام نقل کیا ہے۔کیایہ سب طباعت ہی کے اغلاط ہیں؟

عبارت کے سمجھنے میں غلطی

(الف)صدرالشریعہ کی عبارت: وهی فعل من الصغائریفعله من غیرقصدالخ۔کامفہوم تو یہ تھاکہ بغیرقصدوارادہ کے صغائر کاصدور زلت کہلاتا ہے۔مگر مؤلف نے اس کا مفہوم یہ سمجھ لیاکہ ''بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ زلات داخل صغائرہیں''اورصدرالشریعہ کی طرف یہ بھی منسوب کردیاکہ وہ زلات کو معصیت مان رہے ہیں حالانکہ یہ مؤلف کی غلط فہمی ہے جیساکہ مفصل طور پراوپر گزرچکا ہے۔

حوالہ کی ایک اور غلطی

زلت کے بارہ میں جس دوسرے قول کاذکرعلامہ تفتازانی نے عبارت مذکورہ

میں ذکرہ بعض المشایخ الخ سے کیا ہے اس کے متعلق مؤلف نے لکھا ہے کہ ''یہ رائے شمس الائمہ سرخسی کی طرف منسوب کی گئی ہے: ''صرح به العلامة التفتازانی فی التلویح ''(علمی جائزہ ص ۶۰) مگر علامہ تفتازانی نے تلویح میں کہیں بھی اس رائے کو شمس الائمہ سرخسی کی طرف منسوب نہیں کیا اگر اس کی تصریح تلویح میں دکھلائی جائے تو بڑی عنایت ہوگی دراصل یہی مؤلف کی غلط فہمی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(ب) مؤلف نے شمس الائمہ سرخسی کے قول مذکور کو ''بعض المشایخ'' کے مذہب کی دلیل سمجھ لیا ہے اس لئے وہ لکھتے ہیں ''شمس الائمہ سرخسی اور اس کے ہم خیال علماء نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں معصیت میں داخل نہیں بلکہ یہ ترک الافضل الی الفاضل ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے۔ کوئی فعل معصیت کے دائرہ میں داخل ہوسکتا ہے کہ اس میں تین چیزیں پائی جائیں۔ ایک اس فعل کی حرمت دوسرے اس کے فاعل کو اس کی حرمت کا علم۔ تیسری چیز اس کا ارادہ اور قصد'' (علمی جائزہ ص ۶۰)

مگر یہ مؤلف کی غلط فہمی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ شمس الائمہ کے اس قول کو علامہ تفتازانی نے صدرالشریعہ کی عبارت اوزلة وهی فعل من الصغائر یفعله من غیر قصد پر بطور دلیل اور تائید کے پیش کیا ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے تو شمس الائمہ کا یہ قول صدرالشریعہ کی رائے کی دلیل ہے بعض المشائخ کے مذہب کی یہ دلیل نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ اس مذہب کی رو سے ''زلات'' ترک الافضل الی الفاضل کو کہتے ہیں تو پھر ان کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ زلات کو معصیت کے دائرہ سے خارج کرنے کے لئے اس دلیل کو پیش کرتے جس کو اوپر مؤلف نے شمس الائمہ اور ان

کے ہم خیال علماء کے حوالہ سے پیش کیا ہے، اس لئے کہ اگر افضل کو ترک کر کے قصد اور ارادہ سے بھی فاضل کو اختیار کیا جائے تب بھی وہ معصیت نہیں ہے اس لئے اس مذہب والوں کو اس کی کچھ ضرورت نہیں تھی کہ وہ ''ترک الافضل الی الفاضل'' کا معصیت کے دائرہ سے خارج ہونا قصد اور ارادہ کے نہ ہونے سے ثابت کرتے البتہ صدر الشریعہ نے چونکہ زلات کی تعریف ھی فعل من الصغائر الخ سے کی ہے اس لئے ان کو اس کی ضرورت تھی کہ وہ زلات کا معصیت کے دائرہ میں داخل نہ ہونا قصد وارادہ کے نہ ہونے سے ثابت کریں۔ اسی وجہ سے صدر الشریعہ نے تعریف مذکور میں من غیر قصد (بغیر قصد کے) کی قید لگا کر زلات انبیاء کو معصیت کے دائرہ سے خارج کر دیا اور اس کے شارح علامہ تفتازانی نے اس قید کی تائید میں شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا قول مذکور بطور دلیل کے پیش کر کے ماتن کی قید کو مدلل کر دیا مگر مؤلف نے اپنی خوش فہمی سے شمس الائمہ کے اس قول کو ''ترک الافضل الی الفاضل کی'' دلیل سمجھ لیا۔ اب مؤلف بھی دوبارہ غور کریں کہ یہ قول صدر الشریعہ کہ دلیل ہے یا بعض المشائخ کے مذہب کی؟

حق زبان پر جاری ہوگیا

جب مؤلف نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ ''زلات میں اصل فعل کا نہ قصد ہوتا ہے اور نہ ارادہ اس لئے یہ نہ گناہ ہے نہ معصیت (علمی جائزہ ص ۶۰) تو مؤلف کے مسلمہ قاعدہ کی رو سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ صدر الشریعہ کے نزدیک زلات صغائر گناہوں کی فہرست میں داخل نہیں ہیں اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو مؤلف نے اپنی غلط فہمی یا خوش فہمی سے بعض المشائخ کے مذہب میں جاری کیا ہے۔ لیکن اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ مؤلف کی یہ تقریر ان کی مرضی کے خلاف صدر الشریعہ کی رائے میں جاری ہوتی ہے۔ مؤلف اس کو خوب غور سے ملاحظہ کریں۔ صدر الشریعہ نے تو ''من غیر قصد'' کی قید اس لئے لگائی تھی کہ

زلات کو ہر قسم کی معصیت صغائر و کبائر سے خارج کر دیں اور علامہ تفتازانی نے بھی تلویح میں صدر الشریعہ کی تائید میں شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا قول نقل کر کے زلات کو معصیت کے دائرہ میں داخل کرنے کا دروازہ بند کیا تھا۔ مگر مؤلف نے ان کی مراد کو خوب سمجھا کہ ان کے ذمہ یہ تہمت لگادی کہ انہوں نے زلات کا معصیت ہونا مان لیا۔ فیاللعجب ولضیعة الادب۔

کیا مؤلف نے توضیح تلویح کے دیکھے کے بغیر ہی یہ عبارت کہیں سے لکھ دی ہے اگر دیکھ کر یہ عبارت نقل کی ہے تو مؤلف کی عبارت فہمی کی استعداد پر تعجب ہوتا ہے کہ اتنی موٹی اور واضح چیز کو مؤلف نے کیوں نہیں سمجھا؟ اس وقت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقائد اہل سنت کے موافق اپنے عقائد رکھنے کی توفیق عنایت فرمائیں اور انہی پر زندگی میں ثبات و دوام نصیب فرمائیں اور جب موت کا وقت آئے تو بھی عقائد حقہ پر ہی موت آئے ،آمین اور اپنی رحمت کے صدقہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اس عقیدہ سے جو عقائد اہل سنت کے خلاف ہو بچائے اور محفوظ رکھے خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی طرف ایسے امور کے منسوب کرنے سے جو ان حضرات صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے بلند وارفع مقام کے نامناسب ہوں اور ہر شر و فتنہ سے محفوظ رکھے۔

اللّٰهُمَّ اذا اردت بقوم فتنة فتوفنا غیر مفتون آمین یارب العالمین۔

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ

مشورہ کی ضرورت واہمیت

خداوندقدوس نے جس طرح ظاہری اعضاء کی قوت وطاقت میں فرق رکھا ہے اسی طرح فکری قوتوں اور ذہنی صلاحیتوں میں بھی امتیاز رکھا ہے۔ غوروفکر کے طریقے اور کھرے کھوٹے کو پرکھنے کے ذرائع بھی مختلف ہیں اپنے معاملات میں ہر شخص اپنی اپنی سمجھ سے اور اپنے اپنے طریقہ پر سوچتا ہے اور غوروفکر کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ اپنی قوت فکریہ خرچ کرکے جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ صحیح ہواور اس کے انداز فکریہ نے اسے جوبات سجھائی ہے وہ راہ عمل متعین کرنے کے لئے حقیقۃً درست ہوچونکہ انسان فکرونظر میں ٹھوکریں کھاتااور بعض مرتبہ فکری کوتاہی اور سمجھ کی کمی کے باعث اپنے حق میں نقصان دہ فیصلہ کرلیتا ہے اس لئے شریعت اسلامیہ نے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے، باہمی صلاح ومشورہ سے جو کام کیاجاتا ہے عموماًاس سے نقصان نہیں پہنچتا ہے کیونکہ کسی معاملہ جب مختلف انسانوں سے مشورہ لیاجاتا ہے تو اس کے تمام سو(جہت)پیدا ہوجاتے ہیں اور ہرطرح کے نشیب وفراز اور نفع وضرر کے متعدد احتمالات سامنے آجاتے ہیں۔

صلاح ومشورہ سے کام کرنا عقلمندوں کا شیوہ ہے جولوگ مشورہ کی افادیت سے ناواقف ہیں وہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے مشورہ لینے کواپنی انسلٹ سمجھتے ہیں اور خودرائی کو آزادی فکر سے تعبیر کرکے جوسمجھ میں آتا ہے وہی کر بیٹھتے ہیں۔ پھر اس کا نقصان بھگتتے ہیں، مشورہ تووہ چیز ہے جس کا حکم اللہ جل شانہ نے اپنے معصوم رحمۃ للعالمین پیغمبر ﷺ کو بھی دیاجن کے کمال عقل اوراصابت رائے میں کسی کوکلام نہیں ہے۔

سورۃ آل عمران رکوع ۱۷ میں فرمایا: وشاورھم فی الامر فاذاعزمت

فتو کل علی اللہ اوران سے کاموں میں مشورہ کرو پھر جب عزم کرلوتواللہ پر بھروسہ کرو۔

صلاح ومشورہ سے کام کرنا کلید کامیابی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے :

ماخاب من استخار ولا ندم من استشار۔یعنی جس نے اللہ سے خیر طلب کی وہ کبھی ناکام نہ ہوگااور جس نے مشورہ لیاوہ کبھی پشیمان نہ ہوگا (ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر)

معاصی چونکہ واجب الترک ہیں اس لئے گناہوں کے لئے مشورہ کرنا ممنوع ہے اورگناہ کے بارہ میں مشورہ دیناہی گناہ ہے، باہمی مشورہ نیک کاموں میں ہوناچاہئے۔سورۃ مجادلہ (رکوع ۲) میں فرمایا:یاایھاالذین آمنوا اذاتناجیتم فلاتتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول وتناجوا بالبر والتقویٰ واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون۔اے ایمان والواجب تم (کسی ضرور ت سے) باہمی خفیہ سرگوشی کروتو گناہ اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرواور نفع رسانی اورپرہیز گاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرواوراللہ سے ڈروجس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

سورۃ النساءمیں فرمایا:لاخیرفی کثیر من نجواھم الامن بصدقۃ اومعروف اواصلاح بین الناس ومن یفعل ذٰلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیماً۔نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگرجوشخص صدقے کا یا اچھی باتوں کایالوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کاحکم دے اورجوشخص یہ کام اللہ کی رضاجوئی کے لئے کرے گاسو ہم اس کوبڑاثواب دیں گے۔

جب کوئی شخص کسی اجتماعی یانفرادی عمل کے بارے میں مشورہ لے اوروہ عمل خیرہواورخلق خدا کے لئے مفیدہوتواسے صحیح مشورہ دیناچاہئے،اس طرح سے مشورہ دینے والابھی کارخیرمیں شریک ہوجائے گااورحکم قرآن تعاونواعلی البروالتقوی کی پیروی کرنے کی وجہ سے مشورہ دینے والا مستحق اجروثواب ہوگا۔ہاں!اگرکوئی صاحبِ رائے نہ ہو

یا فکری صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اسے عذر کر دینا چاہیئے کہ یہ مشورہ کسی دوسرے شخص سے لے لیا جائے دیانت کا تقاضا یہی ہے۔

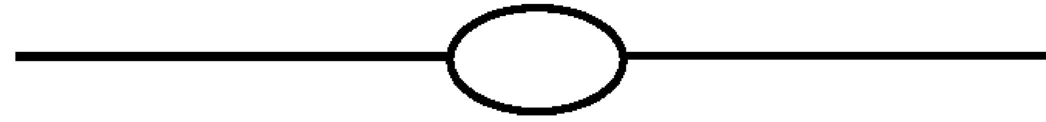
مشورہ ایک امانت ہے جب کوئی شخص مشورہ طلب کرے تو اس کے حق میں جو بہتر ہو وہی مشورہ دینا چاہیئے اگر کسی نے اس کے خلاف مشورہ دیا تو وہ خائن ہوگا۔اسی کو سرورعالم ﷺ نے قاعدہ کے طورپرارشادفرمایاکہ ان المستشار مؤتمن (مشکاۃ المصابیح ص ۴۳۰) یعنی جس سے مشورہ طلب کیاجائے وہ امانت دار ہے۔معلوم ہواکہ مشورہ لینے والے کے حق میں جورائے مضرجانتے ہوں اس رائے کاپیش کرنااس کی خیانت ہے۔اس سلسلہ میں بعض مرتبہ بڑی آزمائش سے دوچارہوناپڑتاہے مثلاکوئی شخص اپنی جائیدادفروخت کرناچاہتاہے ہمارے گھرکے قریب ہی اس کی جائیدادہے ہم خریدلیں گے توہمارے حق میں بہت اچھاہوگامگرہم سمجھتے ہیں کہ وہ فروخت نہ کرے تواس کے حق میں یہی بہترہے اب وہ ہم سے مشورہ لینے آگیااورہم سے ہمدردانہ مشورہ طلب کرنے لگا کہ میں اس جائیدادکوفروخت کروں یانہ کروں؟چونکہ ہم کورائے دینے میں امانت دارقرار دیا ہے اورجوشخص مشورہ طلب کرے اس کے حق میں جوبات مفیداورنافع ہواسی بات کے بتانے کے ذمہ داری سونپ دی گئی ہے اس لئے ہم اپنے فائدہ کومدنظرنہ رکھیں گے بلکہ اس کے فائدہ کوسامنے رکھتے ہوئے یہی مشورہ دیں گے کہ اپنی جائیدادفروخت نہ کرو۔

مشورہ کے لئے صاحب رائے اورغوروفکرکی صلاحیت رکھنے والے کی تلاش کرنا چاہیئے،یہ ضروری نہیں کہ جس سے مشورہ طلب کیاجائے وہ بڑابوڑھاہی ہوبلکہ ایسے آدمی سے مشورہ طلب کریں جومفیدمشورہ دینے کی اہلیت رکھتاہو۔خواہ عمرمیں چھوٹایاشاگرد ہی ہویااپنی اولادہی ہوہاں دشمن کامشورہ قبول نہ کرے وہ کیساہی ہوش منداورذی رائے سمجھاجاتاہو۔سمجھداری کے ساتھ تجربہ کی بھی بہت اہمیت ہے،،بہت سی باتوں کانفع اور

نقصان تجربہ کی بنیاد پر سمجھ میں آتا ہے۔اس لئے تجربہ کار شخص کی رائے کو ترجیح دینی چاہئے جس کام کے بارے میں مشورہ لینا ہے اس کے بارے میں جو شخص صاحب تجربہ ہو اس سے مشورہ لیا جائے۔ مشورہ اور تدبیر اور تجربہ تینوں چیزیں کامیابی کی سیڑھی ہیں۔قرآن حکیم میں اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:وامرھم شوریٰ بینھم یعنی یہ حضرات ایسے ہیں جو اپنے کاموں کو باہمی مشورہ سے انجام دیتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:لاعقل کالتدبیر یعنی تدبیر کے برابر کوئی سمجھداری نہیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ لاحکیم الاذو تجربة یعنی حکمت و دانش والا وہی ہے جو صاحب تجربہ ہے۔

مشورہ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی رائے پر ضد نہ کرے بلکہ مشورہ دے کر اپنا ذہن فارغ کرلے، مشیر نے اگر مشورہ دے کر ذہن فارغ نہ کیا اور یہ دیکھتا رہا کہ مشورہ لینے والے نے میرے مشورہ پر عمل کیا ہے یا اس کے خلاف کسی دوسرے شخص کی رائے پر عمل کرلیا تو بصورت خلاف ورزی دل غمگین ہوگا اور آپس کی الفت و محبت میں فرق پڑے گا۔درحقیقت مشورہ کی حیثیت حکم کی نہیں ہے رائے دینے کی ہے حضور اقدس ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ایک مشورہ دیا تھا جو ان کی طبیعت کے خلاف تھا وہ کہنے لگیں کہ یہ حضور ﷺ کا مشورہ ہے یا حکم ہے؟اگر حکم ہے تو خلاف طبع ہونے کے باوجود عمل کروں گی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشورہ ہے کہنے لگیں کہ میں اس کی پابند نہیں ہوں۔یہ سن کر آپ ﷺ نے ذرا بھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ صلاح و مشورہ ضروری ہے اس سے کامیابی کی راہیں کھلتی ہیں معاملات میں ٹھوکریں کھانے سے حفاظت ہوتی ہے اور مشورہ دینے والے اور مشورہ لینے والے پر کچھ پابندیاں ہیں ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔واللہ اعلم وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔(تبلیغی اور اصلاحی مضامین ج۷،ص۲۸۳)



مولانا عبدالرحمٰن بن حضرت صوفی محمد سرور صاحب لاہور

سلسلہ اشرفیہ کی ایک عظیم ہستی

ہمارے مشفق و محسن و مخدوم مرشد و مربی ہردلعزیز ولی کامل عارف باللہ شیخ المشائخ حضرت الحاج نواب عشرت علی قیصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ۳۱/ دسمبر۲۰۱۱ء بوقت شب تقریباً ایک بجے اس دارفانی سے رخصت ہوگئے انااللہ واناالیہ راجعون۔

چوں کہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را ازچہ جوئیم از گلاب

(پھول ختم ہونے کے بعد باغ اجڑ جاتا ہے۔ اب گلاب کی خوشبو کو کیسے تلاش کیا جائے)

حضرت والا رحمہ اللہ کا سایہ رحمت و شفقت امت مسلمہ کے لئے عموماً اور حضرت کے اہل وعیال و متعلقین کے لئے خصوصاً اس دنیا میں عظیم تر نعمت تھی حضرت والا کے رخصت ہوجانے سے تمام امت مسلمہ بالعموم اور حضرت کے اہل وعیال و متعلقین بالخصوص ایک عظیم ہستی کی مستجاب دعاؤں اور ایک عارف ربانی کی (بوقت تہجد، الحاح وزاری سے دعا کرنے والی) شخصیت سے محروم ہوگئے۔ جوکہ یقیناً ایک ایسا خلا ہے کہ پُر نہ ہوسکے گا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

(افسوس آنکھ جھپکنے کی مانند دوست کی صحبت ختم ہوگئی۔ پھول کا چہرہ ابھی سیر ہوکر نہیں دیکھا تھا کہ بہار ہی ختم ہوگئی۔)

بہرحال اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر ہرحال میں غالب ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کی ہر

خوبی ہی ایسی ہے کہ نمایاں محسوس ہوتی ہے۔ وہ جامع المحاسن والکمالات تھے۔

حضرت والا کی چند نمایاں خصوصیات وتعلیمات

حضرت نواب صاحب کی شان تواضع

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہا اللہ تعالیٰ کے متعلقین میں پائی جانے والی خصوصی صفت تواضع وعبدیت کی شان حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی اور بارہا متعلقین نے یہ محسوس کیا کہ حضرت والا نے اپنے آپ کو اتنا مٹایا ہوا تھا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

ایک بار بندۂ ناچیز حضرت والا کے ساتھ مسجد میں داخل ہو رہا تھا، بندہ یک دم حضرت والا کا جوتا پکڑنے کے لئے آگے بڑھا تو حضرت والا نے فرمایا نہیں آپ میرا جوتا مت اٹھائیں اتنے میں ایک بڑے میاں آئے جو حضرت والا کے متعلقین میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت والا کا جوتا پکڑ لیا کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ میں بھی ان کا جوتا اسی جذبے سے اٹھا سکتا ہوں جس جذبے سے انہوں نے اٹھایا اور میرے لئے ان کا جوتا اٹھانے میں کوئی عار نہیں۔

حضرت والا اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے جو کہ درحقیقت حضرت کا اپنا حال تھا۔

دل کی ہے یہ آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پہ ہے مجھے ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اس کے علاوہ اکثر اپنے متعلقین کو بھی فنائیت کی بہت زیادہ تلقین فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دل سے اپنے آپ کو لاشے سمجھو یعنی یہ سمجھو کہ میں کچھ نہیں ہوں اور یہ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس کا مراقبہ کیا کرو کہ میں کچھ نہیں ہوں۔

حضرت والا اپنی عمومی اور خصوصی مجالس میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا یہ

واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ سید صاحب نے حضرت حکیم الامت سے رخصت ہوتے وقت نصیحت فرمانے کی درخواست کی اس پر حضرت حکیم الامت نے کچھ دیر توقف کر کے فرمایا کہ سید صاحب ہم نے تو اپنے حضرت حاجی صاحب سے ایک ہی سبق سیکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو مٹادو اور یہی تصوف کا مقصد ہے تو سید صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس کے بعد حضرت حکیم الامت کی نصیحت کو حرز جان بنالیا، اور اپنے آپ کو بالکل مٹادیا اور عملی طور پر اپنے شیخ کے اس فرمان کا مصداق بنے ''اس راستے میں تواضع پہلا قدم بھی ہے اور آخری بھی''۔

تو در وگم شو وصال ایں است وبس
گم شدن گم کن کمال ایں است وبس

(فنا فی اللہ ہوجانا ہی حقیقی وصال ہے۔ اور اپنی فنا کو بھی فنا کرنا اصل کمال ہے۔)

یہ فناء الفناء ہے جو کہ فنا و تواضع کا اعلیٰ مقام ہے۔ یہ بحمد اللہ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو حاصل تھا۔

فکر آخرت

حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو فکر آخرت اور رضائے الٰہی کی طلب و جستجو ہر وقت دامن گیر رہتی تھی اکثر اوقات خاموشی سے یادِ الٰہی میں مگن رہتے تھے۔ آخری چند ملاقاتوں میں بندہ اور کچھ احباب سے مختلف اوقات میں یہ فرمایا کہ میرا سفر آخرت قریب ہے میرے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرنا۔

باوجود جسمانی اعذار کے ہر نماز کے لئے مسجد جانے کو ترجیح دیتے اور بہت پابندی سے سالہا سال سے تکبیر اولیٰ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ بعض معالجین اور گھر والے گھر میں نماز پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں مجھے مسجد جانے

دوزیادہ سے زیادہ میرا جنازہ مسجد سے آجائے گا۔اور میرے والد صاحب کا بھی آخر دم تک یہی معمول رہا۔سبحان اللہ کیا شان ہے ان حضرات کے فکر آخرت کی۔

بقول جناب شاہ رخ قیصر صاحب (صاحبزادہ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ) والد صاحب کو مسجد کی نماز کے ساتھ حد درجہ عشق تھا،اگر ہم کبھی ضعف کی وجہ سے کہتے کہ آپ گھر میں نماز پڑھ لیں تو آپ اس بات کو احسن انداز سے ٹال دیتے تھے اور مسجد جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

دعامیں خاص انہاک

حضرت والا کا دعامیں خصوصی انہاک تھا اکثر نمازوں کے بعد دعافرماتے تو آنسو جاری ہوجاتے اور طویل دعامانگتے خصوصاً تہجد کی نماز میں دعاکافی طویل ہوتی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ہم لوگوں نے رات کو اُٹھ کر آہ وزاری کرنا چھوڑدی اس وقت سے ہم مصائب میں مبتلا ہیں۔جب بھی کوئی مہمان یا مصافحہ کرنے والا الوداع ہوتے وقت دعا کی درخواست کرتا تو اسی وقت ہاتھ اٹھاکر دعائیں دیتے تھے حتیٰ کہ اگر گاڑی میں تشریف فرما ہوتے تو جب تک لوگ نظروں سے اوجھل نہ ہوجاتے تب تک ہاتھ اٹھاکر مسلسل دعائیں دیتے رہتے۔اور اکثر حکیم الامت کا یہ ملفوظ سناتے کہ ہمیں دعاکروانے والے کا احسان مند ہوناچاہئے کہ وہ ہماری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرانے کا ذریعہ بنا اور فرماتے کہ دعا بہت بڑی چیز ہے بہت شوق وذوق اور توجہ سے کرنے کی چیز ہے نہ کہ رسمی الفاظ رٹنے کی۔

شفقت ومحبت

حضرت والا آنے والے احباب کی دل وجان سے قدر کیا کرتے تھے اور اکثر اہل مجلس کو شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا یہ ملفوظ سنایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں کی قدموں کی زیارت کو اپنے لئے نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب کے آنے پر امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول سنایا ''کہ مجھے جب سے یہ معلوم ہوا کہ جنت میں اپنے احباب سے ملاقات ہوگی اس وقت سے جنت کا شوق مزید بڑھ گیا'' اور ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت والا کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ الحمدللہ بہت بہتر ہوں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک ملفوظ سنایا کہ اپنوں سے ملاقات بھی مفرحات (خوش کرنے والی چیزوں) میں سے ہے اور فرمایا اس سے انرجی میں اضافہ ہوتا ہے اور مجھے آپ کے آنے سے بہت خوشی ہوئی۔

حضرت کی یہ بھی بڑی خصوصیت ان کے متعلقین بیان کرتے ہیں کہ کوئی کتنا ہی پریشان حال اور تنگ دل آپ سے ملنے آتا آپ کی صحبت میں پریشانیاں ختم کر کے خوشی اور فرحت محسوس کرتا۔

ایک خاص نصیحت

حضرت والا گناہوں کے نقصانات اور نیکیوں کے فوائد کے حوالہ سے حضرت حکیم الامت کا یہ ملفوظ سناتے اور اس کی تاکید فرماتے: ''کہ چھ گناہ ایسے ہیں اکہ اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو باقی تمام گناہوں کا ترک کرنا آسان ہوجائے گا ان شاءاللہ۔ وہ یہ ہیں:

غیبت، ظلم، تکبر، غصہ، مرد و عورت کا اختلاط اور حرام و مشتبہ (مشکوک) مال سے بچنا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت والا کے نقش قدم پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کی روح کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے قرب خاص اور شفاعت سے نوازیں، کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں کا خاص نزول فرمائیں۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

اللّٰھُمَّ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

کے مقالہ کے طور پر مرتب کیا تھا۔ مولانا عبدالقوم حقانی صاحب زید مجدہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ''علم وادب، تاریخ وتذکرہ، تعارف کتب اور فقہ و فقہاء کے حوالے سے ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا اور شہکار تاریخی شہ پارہ ہے''۔

نام کتاب: غیر مقلد کی توبہ تالیف: ابوسعد محمد عابد عمر غفرلہ
صفحات: ۴۸ ناشر: مکتبہ اہل سنت موہڑہ کورچشم چکوال

دور حاضر میں عالم اسلام کو جتنا نقصان فتنہ غیر مقلدیت سے ہورہا ہے اتنا شاید ہی کسی دوسرے فرقہ سے پہنچ رہا ہو۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء حق روز اول ہی سے اس فتنہ کے تعاقب میں روز وشب ایک کئے ہوئے ہیں۔

زیر نظر رسالہ ''غیر مقلد کی توبہ'' میں بھی مکالمہ کے آسان اسلوب میں بہت مفید اور نافع انداز میں اس فتنہ کی حقیقت کھولی گئی ہے۔ یہ رسالہ عوام الناس اور طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔ امید ہے کہ اس قیمتی رسالہ کی قدر کی جائے گی۔

نام کتاب: ھوالکذاب افادات: مولانا نور محمد قادری تونسوی حفظہ اللہ
صفحات: ۶۴ ناشر: مکتبہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور

زیر نظر رسالہ دراصل ایک مجلہ میں چھپنے والے مضمون ''من الکذاب'' کا علمی اور تحقیقی جائزہ ہے، جسے مولانا محمد احمد اللہ صاحب نے مرتب کیا ہے۔ رسالہ ہٰذا میں مضمون نگار کے ۳۵ جھوٹ طشت ازبام کئے گئے ہیں اور اس سے ۱۶۸ سوال کئے گئے ہیں۔ طلباء و علماء کے لئے اس کا مطالعہ بے حد نافع اور مفید ہے۔

نام کتاب: مکاتیب مولانا محمد یوسف خان پلندری مرتب: مولانا محمد اسحاق خان مدنی
صفحات: ۲۵۶ ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد ضلع نوشہرہ

حضرت مولانا محمد یوسف خان پلندری کی شخصیت کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں،

آپ نے شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور تمام عمر قرآن وحدیث کی خدمت میں بسر فرمادی۔ زیر نظر کتاب حضرت کے ان علمی ، تحقیقی اور روحانی مکاتیب کا ایمان افروز اور روح پرور مجموعہ ہے جو آپ نے شیخ التفسیر مولانا اسحاق المدنی کو تحریر فرمائے۔ ان مکاتیب سے جہاں کاتب ومکتوب الیہ کے باہمی تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے وہیں دقیق علمی مباحث ، تاریخی واقعات اجاگر ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت کی زندگی کے مختلف گوشوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ امید ہے کہ علم دوست حضرات اس سے مستفید ہوں گے۔

نام کتاب: ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ قرآن نمبر مدیر: صاحبزادہ ابرار احمد بگوی
صفحات: ۱۷۶ ناشر: ماہنامہ شمس الاسلام شارع بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا

زیر نظر رسالہ ''ماہنامہ شمس الاسلام'' بھیرہ کی خصوصی اشاعت ہے جس میں قراءت قرآن اور علوم قرآنیہ سے متعلق مختلف حضرات کے بیش بہا مضامین کو احسن انداز میں یکجا کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس سے استفادہ فرمائیں گے۔

نام کتاب: تاریخی شاہی مسجد کھچی و آثار صالحین تالیف: مولانا طاہر محمود اطہر
صفحات: ۳۴۲ ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد ضلع نوشہرہ

تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال سے جنوب کی جانب ایک دور افتادہ بستی ''موضع کھچی'' کئی صدیوں تک علماء وصلحاء اور اولیاء اللہ کا مرکز رہی ہے۔ 1707ء میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے مشیر خاص غازی اسدالدین نے ولی کامل حضرت نورالدین مخدوم کی بزرگی سے متاثر ہوکر ان کی خواہش پر اس بستی میں شاہی خرچ سے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ زیر نظر کتاب میں اسی ''شاہی مسجد'' اور اس بستی میں قیام کرنے والے اولیاء اللہ کا تعارف اور تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۱۹ صفر المظفر: حضرت صدر مدظلہم نے مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

۲۰: جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں ہفتہ وار درس بخاری ارشاد فرمایا۔

۲۶: جامعہ ھذا کے چار طلباء کو تکمیل حفظ کے موقع پر آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔

۲۷: جامعہ خالد بن ولید ساہیوال میں دو طلباء کو قرآن پاک کا آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔

یکم ربیع الاول: جامعہ ھذا میں یوم تاسیس کے حوالہ سے تقریب منعقد ہوئی جس میں درجہ تخصص فی الفقہ کے طلباء نے مقالہ جات پیش کئے آخر میں حضرت مدظلہم نے بیان فرما کر دعا کرائی ۔

عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی جامعہ میں تشریف لائے۔۲: حضرت صدر مدظلہم عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم کے ہمراہ روڈو سلطان تشریف لے گئے اور جلسہ سے خطاب فرمایا۔

۳: حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ ساہیوال میں جمعہ کے موقع پر بیان فرما کر نماز جمعہ پڑھائی ۔اور بعد نماز عصر حضرت مولانا خلیل الرحمن انوری مدظلہم نے جامعہ میں اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

۸: حضرت صدر مدظلہم نے مدرسہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا اور بعد ظہر مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں ہفتہ وار بخاری شریف کا درس دیا۔

۹: مدرسہ دارالعلوم عید گاہ گڑھ مہاراجہ میں بیان فرمایابعد مغرب روڈو سلطان میں اصلاحی بیان فرمایا۔

۱۲: جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور میں جلسہ سے بیان فرمایا۔

۱۳: جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں حضرت اقدس مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم کی تشریف آوری ہوئی اور بیان فرمایاحضرت مدظلہم نے بھی اس موقع پر مختصر بیان فرمایا۔

۱۴: مدرسہ حقانیہ چاوے والا اور جامع مسجد مدنی محلہ حسین آباد میں بیان فرمایا۔

۱۸: مدرسہ اسلامیہ نون کالونی سلانوالی کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔

۲۱: حضرت مولانا علامہ عبدالغفار صاحب تونسوی مدظلہم درجہ تخصص فی الفقہ کے طلباء کو ردفرق باطلہ پر تین روز درس دینے کے لئے جامعہ میں تشریف لائے۔

اور بعد نماز عشاء علامہ صاحب مدظلہم نے جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ محلہ عباس پورہ ساہی وال میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب، مہتمم مدرسہ خدام اہل سنت لاہور اپنے صاحبزادگان اور تخصص فی الفقہ کے طلباء کے ہمراہ جامعہ میں تشریف لائے رات کا قیام جامعہ میں ہی رہا۔

۲۶: حضرت صدر مدظلہم نے چانڈی بلوچاں میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمان کے عیب کے پیچھے پڑنے کی سزا

عن ابی برزة الاسلمی قال قال رسول صلی الله علیه وسلم یامعشرمن اٰمن بلسانه ولم یدخل الایمان قلبه لاتغتابوا المسلمین ولاتتبعوا عوراتهم فانه من اتبع عوراتهم یتبع الله عورته ومن یتبع الله عورته یفضحه فی بیته (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ :

سیدنا حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی تک ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے۔ اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی ان کی چھپی ہوئی کمزوریوں کی ٹوہ لگانے اور ان کی تشہیر کرنے میں دلچسپی نہ لیا کرو) کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا۔